

## 287792- سلف صالحین میں اتنی ایمانی قوت کیسے پیدا ہوئی؟

سوال

میں ہمیشہ سلف صالحین کی اعلیٰ ایمانی کیفیت کے بارے میں سوچ کر تجھب میں پڑھتا ہوں، میں جب ان کی کرامات پڑھتا ہوں تو سچتا رہ جاتا ہوں کہ وہ کس طرح اتنے اعلیٰ مقام پر پہنچ گئے، انہوں نے اپنے دلوں سے دنیا کو کیسے نکالا؟

پسندیدہ جواب

آپ نے بہت ہی بڑی چیز کے بارے میں سوال کیا ہے، تاہم جس کے لیے اللہ تعالیٰ آسان بنادے تو اس کے لیے یہ معمول کی چیز ہے؛ سلف صالحین کے دین پر کاربندر بننے کے ایسے واقعات جن کی بدولت وہ ایمان کے اعلیٰ ترین درجوں تک پہنچے، انہیں بیان کرنے لگیں تو بہت زیادہ وقت درکار ہے، اور اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے بات ہو سکتی ہے، اور اس کے لیے الگ سے کتاب نہیں بلکہ کئی جدلوں کی ضرورت پڑے گی؛ لیکن ان تمام گوشوں اور پہلوؤں کو دونیا دی نکات میں مخصوص کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ان دونیا دی نکات پر مضبوطی سے عمل کیا، لہذا اب بھی اگر کوئی ان دونیا دی نکات پر عمل کرے تو بہت امید ہے کہ اسے بھی وسیٰ کچھ عطا ہو گا جو سلف صالحین کو عطا ہوا، نیز وہ سلف صالحین کے زمرے میں شمار ہونے لگے گا، ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان دونیا دی نکات کو ہمارے لیے اور آپ کے لیے آسان بنادے، اور ان دونیا دی نکات پر ہمیں تادم زیست کاربندر کئے، اور جب ہم اللہ کے پاس حاضر ہوں تو اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو، یہ دونیا دی نکات درج ذیل ہیں:

پہلا نکتہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر عمل اور اس پر ڈالے رہنا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بلند مرتبہ پانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی شرط مقرر کی ہے، اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

**(قُلْ إِنَّكُمْ شَجَعُونَ اللَّهُ فَاشْتُوْنِي مَحْكُمُ اللَّهُ وَلَا يَغْزِيْكُمْ ذُلُّ بَعْثَمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ).**

ترجمہ: کہہ دے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا، اور اللہ تعالیٰ مجتنے والا ہے۔ [آل عمران: 31]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کا حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلقات مضبوط کرنے کا حکم دیا ہے، یہ بھی کہ اللہ اور اس کا رسول ہمارے ہاں کسی بھی دیگر چیز سے زیادہ محبوب ہونے چاہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت اور محبت کے عوض اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے عزت افرادی کی ضمانت بھی دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **(قُلْ إِنَّكُمْ شَجَعُونَ اللَّهُ فَاشْتُوْنِي مَحْكُمُ اللَّهُ وَلَا يَغْزِيْكُمْ ذُلُّ بَعْثَمْ).**

ترجمہ: کہہ دے: اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔ [آل عمران: 31] اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا: **(وَإِنْ تُطْمِنُوهُ شَتَّدُوا)**۔ ترجمہ: اور اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو بدایت یافتہ بن جاؤ گے۔ [النور: 54] نیز فرمایا: **(وَمَنْ نُطِئَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَنَهَىْ مُطْبَعَاتٍ شَجَرِيٍّ مِّنْ مَحْبَثِ الْأَنْهَارِ**

**خَالِدِينَ فِيهَا وَذَلِكَ الْغَوْزُرُ لَحِيمٌ)**۔ ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا؛ اللہ اسے ایسے باغات میں داخل فرمائے گا جس کے نیچے سے نہیں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [ النساء: 13] قرآن کریم میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں، اور کسی کے لیے بھی ایسی کنجائش نہیں ہے کہ اسے مسائل میں احادیث سے تجاوز

کرے کہ جن کے بارے میں شریعت نے صراحت کر دی ہے، اور کتاب و سنت میں اس کے متعلق رہنمائی موجود ہے، اور سلف صالحین اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ "ختم شد  
"مجموع الفتاویٰ" (1/334)

اب مذکورہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سیکھے اور جانے بغیر حاصل کرنا ممکن ہے، لہذا شریعت پر عمل پیرا ہونے کے لیے سب سے پلا قدم یہی ہو گا کہ صحیح مصادر سے اسلامی تعلیمات سیکھی جائیں اور پھر ان پر عمل پیرا ہو کر ڈٹ جائیں۔

چنانچہ سیدنا حمید بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ: میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ فمارے تھے: (جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرمائے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔) اس حدیث کو امام بخاری: (71) اور مسلم: (1037) نے روایت کیا ہے۔

ایسے ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور قرآن سکھاتا ہے۔) بخاری: (5027)

**شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:**  
"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: (تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھتا ہے اور قرآن سکھاتا ہے۔) میں قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی اور اس کے معناہیں کو سکھانا سب شامل ہے، بلکہ الفاظ کی ادائیگی سے پہلے قرآن کریم کے مطلب اور مضمون کو سیکھنا اولین مقصد ہے، اور اسی کو سیکھنے سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔" ختم شد  
"مجموع الفتاویٰ" (403/13)

تو سلف صالحین کا یہ منہج تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کو پہلے بھر پور انداز سے محنت کر کے سیکھتے تھے اور پھر سیکھے ہونے علم پر عمل کرتے تھے۔

چنانچہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ: "ہم میں سے کوئی جب 10 آیات سیکھ لیتا تھا تو اس وقت تک آگے سب سیت نہیں لیتا تھا جب تک ان کا معنی نہ سیکھ لے اور ان پر عمل نہ کر لے۔" اس اثر کو طبری نے اپنی تفسیر طبری: (74/1) میں روایت کیا ہے۔

ایسے ہی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: "ہماری زندگی میں ایسا مرحلہ بھی تھا کہ چھوٹے بچے کو بھی پہلے ایمان اور پھر قرآن سکھایا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سورت نازل ہوتی تو اس سورت کے حلال و حرام سے متعلق احکامات سیکھ لیتا تھا، بلکہ اس سورت سے متعلق جن جن چیزوں کی واقفیت حاصل کرنا ضروری ہوتا تھا ان سب کے بارے میں اسی طرح سیکھ لیتا تھا جیسے تم آج قرآن پڑھنا جانتے ہو، پھر آپ نے مزید کہا: پھر میں نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو قرآن پورا سیکھ لیتے ہیں، بلکہ سورت فاتحہ سے لے کر آخری لفظ تک پڑھ جاتے ہیں لیکن پھر بھی اسے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ قرآن میں حکم کیا ہے اور مانع کیا ہے اسے ہی اسے دیگر متعلقہ چیزوں سے واقفیت ہوتی ہے، وہ قرآنی الفاظ کو ایسے منہ سے بھاڑتے ہیں جیسے ناکارہ کھجور بھاڑی جاتی ہے۔" اس اثر کو امام حاکم نے مسدر ک: (35/1) میں بیان کیا ہے اور امام حاکم نے یہ کہا کہ: یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائع کے مطابق صحیح ہے، اور مجھے اس میں کوئی علت معلوم نہیں ہوئی۔ امام حاکم کے اس تبصرے پر امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

ایسے ہی سیدنا ابو عبد الرحمن سلیمانی کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے جو ہمیں قرآن پڑھاتے تھے انہوں نے ہمیں بتالیا کہ: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس آیات سیکھتے اور پھر اگلی دس آیات اس وقت تک نہیں سیکھتے تھے جب تک ان دس آیات کا مکمل علم اور عمل حاصل نہ کر لیں، انہوں نے کہا کہ: اس طرح ہم نے علم اور عمل دونوں اٹھے سیکھے ہیں۔" اسے امام احمد نے مسند احمد: (466/38) میں روایت کیا ہے اور مسند احمد کے محققین اسے حسن قرار دیتے ہیں۔

دوسری نکتہ: سلف صالحین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سچے دل کے ساتھ کرتے تھے، ان کی نبوی اطاعت کے حوالے سے نیت میں ذرہ بھی فتوز نہیں ہوتا تھا، وہ بھر پور یقین کے ساتھ بغیر کسی شک کے اتباع کرتے تھے۔

امّا سلف صالحین جب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تعلیمات سیکھتے تھے تو پھر پورپی نیت کے ساتھ سیکھتے، انہیں سیکھتے ہوئے بھی بھرپور یقین ہوتا تھا، پھر جب سیکھنے کے بعد عمل کرتے تو وہ بھی مکمل صدق دل سے کرتے اس کے لیے وہ ریا کاری سے اپنے آپ کو دور رکھتے، پھر اپنے دینی علم اور عبادت کے ذریعے دنیاوی مفادات حاصل کرنے سے قطعاً دور بنتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی صورت بن جاتے تھے:

{بِيَايَتِهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفُوا إِلَهَهُمْ وَكُوْنَاتِ الصَّادِقِينَ}۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تقوی الہی اپنا و اور سچے لوگوں میں شامل رہو۔ [التوبۃ: 119]

اشیع عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کافرمان: {كُوْنَاتِ الصَّادِقِينَ}۔ یعنی اپنے اقوال، افعال اور قلبی کیفیتوں میں ایسے لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں جن کی باتیں بھی سچی ہیں، جن کے کردار بھی سچے ہوتے ہیں، اور ان کی قلبی کیفیت بھی سچائی پر مبنی ہوتی ہے، ان میں کسی قسم کی سستی اور فتور نہیں پایا جاتا، ان کے مقاصد و اہداف بھی پاک صاف، اخلاص و سچی نیت پر مشتمل ہوتے ہیں؛ کیونکہ سچائی انسان کو نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی انسان کو جنت کی راہ پر چلاتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: {بِإِيمَانٍ يُنْهَى الصَّادِقِينَ صَدَقُهُمْ}۔ ترجمہ: اس دن میں سچے لوگوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی۔ [المائدہ: 119]" ختم شد

ماخذ از: "تفسیر سعدی" (ص 355)

ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"فضیلت کثرت سے بدفن اعمال کرنے سے نہیں ملتی، بلکہ فضیلت تو ان اعمال میں للہیت کی مقدار پر ملتی ہے بشرطیکہ بدفن اعمال سنت نبوی کے عین مطابق ہوں۔ اسی طرح فضیلت تبھی ملے گی جب قلبی معرفت اور قلبی اعمال کثرت سے پائے جائیں گے؛ کیونکہ جو شخص جس قدر اللہ تعالیٰ کی معرفت سے سرشار ہوگا، دین الہی، احکامات اور شرعی امور سے آگاہ ہو گا وہ شخص اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھے گا، اللہ سے محبت بھی اتنی ہی رکھے گا اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں بھی لگائے گا، تو ایسا شخص یقیناً کسی بھی دوسرے ایسے شخص سے افضل ہے جس میں یہ خوبیاں نہیں پائی جاتیں چاہے یہ دوسرے اپنے کی بہ نسبت بدفن اعمال کثرت سے ہی کیوں نہ کرتا ہو۔۔۔"

اسی لیے بعض سلف صالحین یہ کہا کرتے تھے کہ: سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ روزوں اور نمازوں کی وجہ سے اعلیٰ ترین مقام نہیں ملا بلکہ ان کے دل کی ایمانی اقدار کی وجہ سے ملا۔

ابو سلیمان رحمہ اللہ کے پاس ہی اسرائیل کی لمبی لمبی عمروں اور ان کی عبادت کے لیے جدوجہد کا تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ کچھ لوگ بھی اسرائیل پر اسی وجہ سے رشک کھاتے ہیں، تو ابو سلیمان رحمہ اللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ تم سے یہ چاہتا ہے کہ تم اس سے حصول اجر و ثواب کے لیے سچی نیت رکھو۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے زیادہ نفلی روزوں اور نمازوں کا اہتمام کرتے ہو، لیکن صحابہ کرام پھر بھی تم سے افضل تھے۔

انہوں نے کہا: وہ کیسے؟

تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ دنیا کے معاملے میں تم سے زیادہ زاہد تھے، اور ان کی توجہ آخرت کی طرف ہوتی تھی۔ " ختم شد  
مجموع رسائل ابن رجب" (412-413/4)

تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ:

اعلیٰ ایمانی مقام حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے جو سلف صالحین نے اپنایا تھا کہ سب سے پہلے مکمل بھرپور توجہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سیکھیں، پھر ان تعلیمات پر ڈٹ کر عمل کریں، اور جن کاموں سے روکا گیا ہے ان سے دور رہیں، اور ان تمام مراحل میں صداقت و اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ جائے، اسی طرح دنیا بی مطلع نظر نہ ہو بلکہ آخرت کی طرف بھی توجہ رہے۔

ان سب باتوں کا لب باب یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑائیں، اللہ تعالیٰ سے بدایت مانگیں، اور ثابت قدمی کا سوال کریں؛ کیونکہ تمام امور کی پاگ ڈور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

اسی طرح انسان دعا کے لیے ایسے مقامات تلاش کرے جاں پر دعا کی قبولیت کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں؛ کیونکہ سلف صالحین بھی ایسے اوقات کی تلاش میں رہتے تھے۔

سیدنا ابن شہاب زہری، اغرا و ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جب رات کی آخری ہنائی باقی رہ جاتی ہے تو ہمارا پروگار! ہر رات آسمان دنیا تک نازل ہو کر صدائگاتا ہے کہ: کون ہے جو مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تو میں اسے نوازوں؟ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے تو میں اسے بخش دوں، یہ معاملہ طلوع فجر تک جاری رہتا ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین رات کے آخری حصے میں ادا کی گئی نماز کو ابتدائی حصے میں پڑھی گئی نماز سے افضل قرار دیتے تھے۔

مسند احمد: (35/13)، البانی نے "ارواء الغلیل" (196/2) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

واللہ اعلم